Diploma Programme
Programme du diplôme
Programa del Diploma

Urdu A: literature – Higher level – Paper 1
Ourdou A : littérature – Niveau supérieur – Épreuve 1
Urdu A: literatura – Nivel superior – Prueba 1

Wednesday 10 May 2017 (afternoon)
Mercredi 10 mai 2017 (après-midi)
Miércoles 10 de mayo de 2017 (tarde)

2 hours / 2 heures / 2 horas

Instructions to candidates

- Do not open this examination paper until instructed to do so.
- Write a literary commentary on one passage only.
- The maximum mark for this examination paper is **[20 marks]**.

Instructions destinées aux candidats

- N’ouvrez pas cette épreuve avant d’y être autorisé(e).
- Rédigez un commentaire littéraire sur un seul des passages.
- Le nombre maximum de points pour cette épreuve d’examen est de **[20 points]**.

Instrucciones para los alumnos

- No abra esta prueba hasta que se lo autoricen.
- Escriba un comentario literario sobre un solo pasaje.
- La puntuación máxima para esta prueba de examen es **[20 puntos]**.

2217 – 0217

© International Baccalaureate Organization 2017

International Baccalaureate®
Baccalauréat International
Bachillerato Internacional

ذیل میں سے کسی **ایک** اقتباس پر ادبی تبصرہ کیجیے۔

.1

پھر لپٹ کر مرے گلے اک بار — حال کرنے لگی وہ یوں اظہار
اقربا میرے ہو گئے آگاہ — تم سے ملنے کی اب نہیں کوئی راہ
مشورے ہو رہے ہیں آپس میں — بھیجتے ہیں مجھے بنارس میں [...]
گو ٹھکانے نہیں ہیں ہوش و حواس — پر یہ کہنے کو آئی ہوں ترے پاس
جائے عبرت سرائے فانی ہے — موردِ مرگ نوجوانی ہے [...]
کل جہاں پر شگوفہ و گل تھے — آج دیکھا تو خار بالکل تھے
جس چمن میں تھا بلبلوں کا ہجوم — آج اُس جا ہے آشیانۂ بُوم
بات کل کی ہے نوجواں تھے جو — صاحب نوبت و نشاں تھے جو
آج خود ہیں نہ ہے مکان باقی — نام کو بھی نہیں نشان باقی
غیرتِ حور مہ جبیں نہ رہے — ہیں مکان گر تو وہ مکیں نہ رہے [...]
ہر گھڑی منقلب زمانہ ہے — یہی دُنیا کا کارخانہ ہے [...]
زندگی بے ثبات ہے اس میں — موت عین حیات ہے اس میں
ہم بھی گر جان دے دیں کھا کر سَم — تم نہ رونا ہمارے سَر کی قسم
دل کو ہم جولیوں میں بہلانا — یا مری قبر پر چلے آنا [...]
رو کے رہنا بہت طبیعت کو — یاد رکھنا مری وصیت کو [...]

میرے مرنے کی جب خبر پانا   یوں نہ دوڑے ہوئے چلے آنا [...]

کہے دیتی ہوں جی نہ کھونا تم   ساتھ تابوت کے نہ رونا تم

ہو گئے تم اگرچہ سودائی   دور پہنچے گی میری رسوائی [...]

میری منّت پہ دھیان رکھیئے گا   بند اپنی زبان رکھیئے گا [...]

پھر ملاقات دیکھیں ہو کہ نہ ہو   آج دل کھول کے گلے مل لو [...]

باہیں دونوں گلے میں ڈال لو آج   جو جو ارمان ہوں نکال لو آج [...]

دیکھ لو آج ہم کو جی بھر کے   کوئی آتا نہیں ہے پھر مر کے

نواب مرزا شوق لکھنوی، مثنوی زہرِ عشق (۱۸۷۸)

.2

بُن بست

اتنے میں کہیں دور ایک شور سنائی دیا اور میرے قدم تیزی سے اٹھنے لگے۔ پھر کسی اور طرف سے بھی شور اٹھا اور اب مجھے پتہ چلا کہ پورے چوک میں میرے سوا ایک بھی آدمی نہیں ہے۔ شور کچھ اور بڑھا اور چوک کی سڑک سے اِدھر اُدھر پھوٹنے والی گلیوں میں کچھ ہلچل سی پیدا ہوئی۔ کسی نے پکار کر کسی سے کچھ کہا اور مجھے مکانوں کے دروازے بند ہونے کے دھڑاکے سنائی دیئے؛ پھر روشنیوں کے ساتھ ایک ہجوم نظر آیا جو اکبری دروازہ کے نیچے سے گزر کر میری طرف بڑھ رہا تھا۔ مجھے اپنے داہنے ہاتھ والی چوڑی گلی میں بھی شور سنائی دیا اور میں بے سوچے سمجھے بائیں ہاتھ کی ایک تنگ گلی میں گھس گیا۔ کچھ دور بڑھ کر اس گلی کے پہلو میں ایک اور گلی مڑتی دکھائی دی۔ میں اس گلی میں مڑ گیا، مگر کوئی پچاس قدم آگے بڑھ کر گلی آہستہ آہستہ ایک سمت گھومنا شروع ہوئی، پھر اچانک بند ہو گئی۔ اس اندھی گلی میں زیادہ تر مکانوں کے پچھواڑے تھے۔ صرف سامنے جہاں گلی ختم ہوتی تھی، ایک صدر دروازہ نظر آ رہا تھا۔ یہ دروازہ تھوڑا کھلا ہوا تھا۔ میں اس کی طرف بڑھ رہا تھا کہ اندر سے کسی نے اسے بند کر لیا۔ میں کچھ اور آگے بڑھا تو دروازے کے دوسری طرف کنڈی لگنے کی کھڑکھڑاہٹ سنائی دی۔ مجھے محسوس ہوا کہ دوسری طرف جو کوئی بھی ہے اسے کنڈی چڑھانے میں کامیابی نہیں ہو رہی ہے۔ اسی وقت گلی کے دہانے کی طرف دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز آئی اور میں نے لپک کر صدر دروازے کو اندر کی طرف دھکیلا۔ دوسری جانب سے کمزور سی مزاحمت ہوئی۔ گلی کے دہانے پر آواز کے ساتھ کوئی چیز چمکی اور میں نے دروازے کو پورے بدن کا زور لگایا۔ دروازہ لمحہ بھر کو رک کر کھل گیا اور میں اس کی چوکھٹ پھاند کر اندر چلا گیا۔ تاریک ڈیوڑھی میں مجھے چوڑیوں کی کھنک اور ہلکی سی خوف زدہ چیخ سنائی دی، لیکن میں نے اس پر زیادہ دھیان دیئے بغیر جلدی سے دروازہ بند کر کے اس سے اپنی پیٹھ لگا دی۔ ایک ہاتھ کو بڑی دقت سے پیچھے گھما کر میں نے کنڈی ٹٹولی اور چڑھا دی۔ ڈیوڑھی میں اب خاموشی تھی۔

"یہاں کون ہے؟" میں نے پوچھا۔

کوئی جواب نہیں ملا۔ میں کچھ دیر وہیں رکا رہا۔ مکان کے اندر خاموشی تھی۔ میں ڈیوڑھی کے اندرونی دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازے کے سامنے ایک دہلیز اتر کر پردے کی دیوار تھی۔ خود کو دیوار کی آڑ میں رکھ کر میں صحن میں اترا۔ میرا پیر ٹین کی کسی چیز سے

ٹکرایااور وہ چیز ہلکی آواز کے ساتھ ایک طرف لڑھک گئی۔ مجھے قریب ہی مرغیوں کی کڑکڑاہٹ سنائی دی اور میں نے احتیاط کے ساتھ دیوار کے دوسری طرف جھانک کر دیکھا۔ سب کچھ دھندلا دھندلا تھا۔ سامنے ایک دالان نظر آرہا تھا جس کے بیچ والے در میں مدھم روشنی کی لالٹین لٹک رہی تھی۔ میں نے پیر سے ٹٹول کر ٹین کی چیز کو ہلکی سی ٹھوکر ماری۔ اس کی آواز کے جواب میں پھر مرغیوں کی کڑکڑاہٹ سنائی دی۔ اب میں ذرا اطمینان کے ساتھ بیچ صحن میں آگیا۔ ہلکی سی روشنی میں مکان کا نقشہ میری سمجھ میں ٹھیک سے نہیں آیا لیکن اتنا اندازہ ہوتا تھا کہ صحن کے تین طرف دالان ہیں، اوپر کی منزل نہیں ہے اور ڈیوڑھی سے متصل باورچی خانہ، غسل خانہ مرغی خانہ وغیرہ ہے۔ دالانوں کے پیچھے کوٹھڑیاں تھیں اور سب باہر سے بند معلوم ہوتی تھیں۔

اب مجھے اس کی فکر ہوئی جو ڈیوڑھی کے اندر سے دروازہ بند کرنا چاہ رہی تھی۔ میں ڈیوڑھی میں واپس آیا، کچھ دیر تک اندھیرے میں دیکھنے کی کوشش کرتا رہا، پھر بولا:

"مجھ سے ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ میں خود ڈرا ہوا ہوں۔"

کچھ جواب نہیں ملا۔ اب میں پھر صحن میں اترا۔ دَر میں لوہے کی آنکڑے دار چھڑ سے لٹکتی ہوئی لالٹین اتار کر پھر ڈیوڑھی میں آیا۔ لالٹین کی چمنی قریب قریب سیاہ ہو رہی تھی، پھر بھی تاریک ڈیوڑھی کے لیے اس کی روشنی کافی تھی۔ ڈیوڑھی خالی تھی لیکن اس کے ایک کونے سے متصل ایک نیچا سا دروازہ نظر آرہا تھا جو آدھا کھلا ہوا تھا۔ میں نے لالٹین والا ہاتھ دروازے کے اندر کیا، پھر سر اندر ڈال کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ چھوٹی سی کوٹھری تھی جس میں دروازوں کے گلے ہوئے پٹ، پلنگوں کے پائے اور پٹیاں، ایک مسہری کا ڈھانچہ اور اس پر میلی نواڑ کے الجھے ہوئے لچھے اور اسی طرح کا دوسرا سامان بھرا ہوا تھا۔ میں لالٹین کو گھما گھما کر کوٹھری کا جائزہ لے رہا تھا کہ نواڑ کے ایک بڑے سے لچھے میں مجھے ہلکی سی جنبش نظر آئی اور میں کوٹھری میں داخل ہو گیا۔ ایک عورت اس لچھے کے پیچھے چھپنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"باہر آیئے" میں نے کہا، "مجھ سے ڈریئے مت"

وہ خاموش رہی۔

"میں جان کے ڈر سے یہاں چلا آیا تھا" میں نے کہا، "میں خود ڈرا ہوا ہوں لیکن اگر آپ کو مجھ سے ڈر لگ رہا ہے تو جاتا ہوں۔"

وہ پھر بھی کچھ نہیں بولی، اور اچانک مجھے احساس ہوا کہ میں وہاں ہوں جہاں مجھ کو نہیں ہونا چاہیے تھا۔ میں نے کہا:

"باہر لوگ چاقو چھریاں لیے گھوم رہے ہیں۔ خیر، دیکھا جائے گا۔"

اس کے بعد میں کوٹھری سے باہر آگیا۔ صدر دروازے کی کنڈی بہت کسی ہوئی تھی۔ لالٹین زمین پر رکھ کر میں دونوں ہاتھوں سے اسے کھولنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اپنی پشت پر مجھے کچھ حدت سی محسوس ہوئی اور میں نے پلٹ کر دیکھا۔

نیّر مسعود، طاؤسِ چمن کی مینا (۱۹۹۷)